نسیم حجازی کے تاریخی ناول اور فنی تقاضوں کا تجزیہ

عذرا پروین*

Abstract:

This article comprises the analysis of Naseem Hijazi's art of historical novel writing and its technical attributes. He is reckoned among those great historicalnovelists who have gained the pinnacle, meeting the technical needs of genre, without tempering the historical facts. Hijazi is a conscious historian and deals the art carefully. For a more realistic portrayal, his characters are original and factual, while keeping the elegance and beauty of style and presentation in view. Naseem Hijazi presents a well-arranged plot, characters, scenes and dialogues with a methodical ingenuity. Cogent reason behind his selection of this particular genre of writing is his intimacy with Islamic literature and deep affiliation with Islam and Muslims. Although some critics argue that Hijazi's style of writing is rhetorical and oratory yet it evinces interest in the readers.

(الف) ناول اور تاریخ کی ہم آہنگی:

اردو ادب میں دوسری اصناف کی طرح ناول بھی بیسوی صدی کی ابتدا سے شہرت عام پا رہا تھا لیکن ابھی بقائے دوام کی منزل کچھ دور تھی اور بالخصوص تاریخی ناول نگاری کے حوالے سے اس کا بانی پیدا ہو چکا تھا اور اپنے ناولوں کی داد و تحسین بھی پا چکا تھا لیکن وہ منزل جسے بقائے دوام کہا جا سکتا ہے بیسوی صدی کی چوتھی دہائی میں منظر

* شعبہ عربی، بہاءالدین زکریا یونیورسٹی، ملتان۔

عام پر آئی۔ یہ شخصیت محمد شریف نسیم حجازی کی تھی جو اردو صحافت کے حوالے سے اپنا ایک مستند مقام بنا چکے تھے اور تحریک پاکستان کے ایک کارکن کی حیثیت سے اپنی صلاحیتوں کو پیش کر رہے تھے اب انہوں نے ناول نگاری کے میدان میں قدم رکھا۔ان کا مقصد اسلام کے تابندہ دور کے زوال یافتہ ایام کی یاد دہانی کرانا تھا اور ساتھ ہی اتحاد وقوت کا وہ سبق جسے امت مسلمہ بھلا چکی تھی ذہن نشین کرانا تھا۔ پھر اس زوال یافتہ معاشرے میں جسے تاریخی بھول بھلیوں سے تلاش کر کے وہ ناول کے صفحات پر پیش کر رہے تھے نوجوانوں کے لئے ایک درس پوشیدہ تھا کہ کوئی بھی قوم اسی وقت تک اپنی شناخت اور اہمیت باقی رکھ سکتی ہے کہ جب تک اس کے خون میں وہ حرارت موجود ہو جو پلٹنے، جھپٹنے اور جھپٹ کر پلٹنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔

اس دور میں جب نسیم حجازی ناول رقم کر رہے تھے تحریک پاکستان اپنے آخری مرحلے میں قدم رکھ چکی تھی۔اس موقع پر سفاک وعیار دشمن سے ہوشیار رہنے اور آزادی ملنے کے بعد اس سے محفوظ رہنے کے لئے حکمت عملی کے طور پر نسیم حجازی نے یہ انداز اختیار کیا۔ ماضی کے وہ واقعات جو مسلمانوں کی عظمت رفتہ کے زوال کے عکاس تھے اپنی قوم کے سامنے پیش کر دیے۔

اگر ہم ناول کی تعریف کو اپنے سامنے رکھیں اور پھر تاریخی ناول کی ضرورت کو تسلیم کر لیں تو یہ کہنا بجا ہوگا کہ نسیم حجازی کے یہاں ناول اور تاریخ کے درمیان ہم آہنگی موجود ہے۔

ماضی کے واقعات، تاریخی کردار اپنے حقیقی روپ میں زمانی تصرف کے بغیر لیکن تخیل کے ساتھ پیش کئے جا سکتے ہیں اور ناول نگار کی احتیاط پسندی تاریخ میں کسی تصرف سے بھی محفوظ رہ سکتی ہے۔ اسے قاری کے لئے وہ مقصد بھی پیش کرنا آنا چاہئے جو اس کے نزدیک ضروری ہو۔اس طرح تاریخی ناول نہ صرف قاری کے لئے دلچسپ ہوگا بلکہ ناقدین کے ہونٹ بھی سی دے گا انہی خوبیوں کے ساتھ اگر نسیم حجازی کی تاریخی ناول نگاری کا جائزہ لیں تو وہ ہمیں ایک کامیاب لکھاری کے روپ میں نظر آتے ہیں۔

''داستان مجاہد'' میں تاریخ اسلام کی پہلی صدی کے ربع آخر سے دوسری صدی ہجری کی ابتدائی عہد کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ تاریخ اسلام کے اہم کردار عبدالملک بن مروان، حجاج بن یوسف، قتیبہ بن مسلم بن نصیر، طارق بن زیاد اور سلیمان بن عبدالملک کے شامل ہے۔ ناول کا پلاٹ متوازن ہے۔ تجسس قاری کی دلچسپی کی خاطر جا بجا موجود ہے۔ کردار نگاری موزوں انداز میں ہے۔ ناول کے پلاٹ میں جس کہانی کا تانا بانا بنا گیا ہے اس کے لئے تخیلاتی کردار پیش کئے گئے ہیں۔ جن میں عشق ومحبت، جذبہ جہاد اور ایثار وقربانی کو مقدم روپ میں پیش کیا گیا ہے اگر خطیبانہ انداز کچھ کم ہوتا تو ناول مزید دلچسپ ہوسکتا تھا اس ناول کے بارے میں ڈاکٹر ایس۔ ایم زمان رقمطراز ہیں:

''داستان مجاہد کی کہانی تاریخی واقعات کی روشنی میں آگے بڑھتی ہے۔اس میں مصنف نے اس اہم دور کو لیا ہے جب عرب فوجیں بیک وقت شمال میں افریقہ،مغرب میں اسپین،شمال میں وسطی ایشیا اور مشرق میں سندھ (جو ہندوستان میں داخل ہونے کے لئے صدر دروازے کا کام دیتا تھا) کی طرف اسلامی جھنڈے تلے بڑھ رہی تھیں۔''(۱)

اب اگر ناول کی تعریف کے معیار پر رکھ کر اس ناول کا جائزہ لیں تو ہم یہ کہہ سکتے ہیں۔کہ''وہ زندگی کے کسی خاص پہلو یا نقطہ نظر کی وضاحت ہے اور اس کی فنا و بقا اسی وضاحت کی اہمیت پر مبنی ہے۔ایک اچھا لکھا ہوا ناول اپنے مقصد و غرض کو اپنے ہر باب،ہر صفحے اور ہر جملے سے پکارتا اور دہراتا ہے۔''اور یہ سب کچھ اس ناول میں موجود ہے۔پھر تاریخی کردار اور ان کا زمانہ بھی بالکل درست دکھایا گیا ہے یوں تاریخ کو مسخ نہیں کیا گیا جو ناول اور تاریخ کے امتزاج کا ایک حسین روپ بن کر دل پر ثبت ہو جاتا ہے۔

ان کا دوسرا ناول''محمد بن قاسم'' ہے جو اپنے نام ہی سے مضمون کا احاطہ کرتا ہے۔پہلے ناول میں کئی فاتحین بیک وقت دکھائے گئے تھے جبکہ اس ناول میں صرف ایک فاتح سندھ کی جانب توجہ مبذول کی گئی بقول نسیم حجازی ان کے کرم فرماؤں کا مطالبہ یہی تھا اس لئے انہوں نے ان کی خواہش کی تکمیل کی۔اس ناول میں بھی تاریخی کردار محمد بن قاسم،حجاج بن یوسف،سلیمان بن عبدالملک اور راجا داہر وغیرہ بالکل درست کردار ہیں جبکہ تاریخی اعتبار سے زمانہ بھی تقریباً وہی دکھایا گیا ہے البتہ ناول کی ابتدا کے لئے ناہید کے کردار کی تخلیق کی گئی جسکی پکار پر اسلامی افواج دیبل کی طرف بڑھیں اور پھر زبیر کا کردار جو نہایت باہمت،سخت جان اور بہترین دوست کے روپ میں پیش کیا گیا ہے ساتھ ہی صالح کا انتقامی کردار ہے۔کہانی ابتدا میں عرب سے دور سیلون سے شروع ہوتی ہے۔پھر محمد بن قاسم کی تربیت اور اسکی جرات و شجاعت کے وہ قصے جو اسے کم عمری میں سپہ سالار بنا گئے مربوط کئے گئے ہیں۔کہانی کا تسلسل نہایت دلچسپی کے ساتھ قائم رہتا ہے۔اگر ناول اور تاریخ کی ہم آہنگی کو مربوط کر کے دیکھنا ہو تو اس ناول میں دیکھا جا سکتا ہے۔اس لئے بلا شک و شبہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ نسیم حجازی ناول اور تاریخ کو ہم آہنگ کرنے کا سلیقہ جانتے تھے۔

نسیم حجازی کے ابتدائی ناولوں میں " آخری چٹان " بھی شامل ہے۔جس میں تاریخی کردار کے طور پر چنگیز خاں،ہلاکو خان اور جلال الدین خوارزم شاہ کو ایک دوسرے سے نبرد آزما دکھایا گیا ہے حالانکہ یہ عہد آخری خلیفہ عباسی کا ہے کہ جب اہل بغداد مناظر بازی اور غیر اسلامی رسومات میں گھر چکے تھے اور حکمران تعیش اور بے پرواہی کے دلدل میں دھنسے جا رہے تھے۔دوسری طرف چنگیز خاں کی وحشت و بربریت اپنے عروج پر تھی ان حالات

میں کہ جب مسلمان اتحاد سے بہت دور ٹکڑوں میں بٹ چکے تھے۔جلال الدین خوارزم شاہ کا عزم وحوصلہ بھی اتحاد کی کمی کی بدولت نا امیدی میں تبدیل ہو جاتا ہے اکثر مواقع پر جنگی مناظر اور وحشت و بربریت کی تصویر کشی کی گئی ہے۔ ڈاکٹر وقار عظیم اس ناول کے بارے میں یوں رائے دیتے ہیں۔

>''آخری چٹان میں فن اور اسلوب کے اعتبار سے خطابت اور ادبیت کا امتزاج ہے۔ ناول کے واقعات آہستہ آہستہ ابھرتے اور نقطہ عروج تک پہنچتے پہنچتے قاری کو اپنی گرفت میں لے لیتے ہیں۔لفظوں ،فقروں اور جملوں کی ترتیب بھی موزوں ہے۔ ناول کے بعض حصوں میں لفظوں کا سیلاب پڑھنے والوں کو اپنے ساتھ بہاتا ہوا لے جاتا ہے۔عبارت کی ڈرامائی ساخت میں بھی عموماً یکسانی اور ہمواری ہے۔کہانی میں تبلیغی احساس کی لہر کہیں اٹھتی ہے لیکن ادبیت برابر اس کی عناں گیر رہتی ہے۔ کرداروں کے نقش واضح ہیں اور ان کی گفتگو میں اختصار و اعجاز اور مصنوعی گہرائی ہے اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ مصنف نے کہانی کے مختلف پہلوؤں پر غور کر کے ہر چیز کو اسکی مناسب حیثیت دی ہے''۔(۲)

ناول کے فنی تقاضوں اور تاریخی ناول کے اصولوں کے عین مطابق اس ناول کا پلاٹ اور کہانی چلتی ہے نسیم حجازی کے تمام ناولوں میں تاریخ کی ہم آہنگی موجود ہے مثال کے طور پر ''انسان اور دیوتا'' ہندو معاشرے کے تاریخی اور معاشرتی کیفیت کا اظہار ہے۔اس ناول میں ہندو دھرم کے نام پر ذات پات کا نظام اور اچھوتوں کے ساتھ ہونے والی زیادتیوں کو بے نقاب کیا گیا ہے۔شاہین'' غرناطہ مسلمانوں سے چھن جانے کی داستان کا المناک باب ہے۔اسپین میں مسلمانوں کو فرقہ بندی انہیں اس ملک سے نکال دینے یا قتل ہو جانے کا باعث بنی۔تاریخ کا یہ عہد اُن کرداروں کی بدولت جو اس ناول میں چلتے پھرتے دکھائی گئے ہیں زندہ جاوید ہو گیا ہے۔(۳)

''خاک اور خون'' یوں تو فسادات کے موضوع پر لکھا جانے والا ناول ہے لیکن اس کا پلاٹ اس قدر مربوط اور دلنشین ہے کہ اس کے کردار جیتے جاگتے نظر آتے ہیں حالانکہ یہ تخیلاتی کردار ہیں اور ان کرداروں کی سوچ اور فکر کے ذریعے ایک سبق دیا گیا ہے۔ ہندوستانی معاشرے سے تعلق رکھنے والے ناولوں میں ''آخری معرکہ'' ناول اور تاریخ کی ہم آہنگی کا منہ بولتا ثبوت ہے جس میں محمود غزنوی کی فتوحات کے ساتھ ساتھ ہندو عقائد کی قلعی کھولی گئی ہے۔اسی معاشرت سے متعلق ناول ''معظم علی'' جس میں ہندوستان کے اٹھارویں اور انیسویں صدی کے تاریخی واقعات خوبصورت پیرائے میں مرقوم ہیں۔کہانی دلچسپ ہے جو کسی لمحے قاری کو عدم توجہی کا شکار نہیں ہونے دیتی۔اسی تسلسل کا اگلا ناول ''اور تلوار ٹوٹ گئی'' جس میں ٹیپو سلطان کی دلیری اور شجاعت کے ساتھ ساتھ ان

سازشوں کو بے نقاب کیا گیا ہے جو ہندوستان میں مسلم حکومتوں کے خاتمے اور انگریزوں کی پروردہ حکومتوں کے قیام کا باعث بنی۔ یوں تو نسیم حجازی کے دیگر کئی ناول ہیں لیکن ہم ''اندھیری رات کے مسافر'' کا تذکرہ کرتے ہیں جو بظاہر اسپین میں مسلمانوں کے اقدار کے خاتمے کے بعد ان حالات کا مرثیہ ہے جو کلمہ گویان حق پر گزری کس طرح قتل و غارت گری کی گئی تبدیلیء مذہب کا دباؤ اور ملک سے نکل جانے کے احکامات۔لیکن یہ ناول سقوط ڈھاکہ کے تناظر میں لکھا گیا تھا اور ان کیفیات کو پیش کرنے کی کوشش کی گئی کہ ان لوگوں کا انجام کیا ہوا جو کہتے تھے کہ پاکستان کا مطلب کیا؟ لا الہ الا اللہ۔

مذکورہ ناولوں، ان کے موضوعات اور ان میں موجود ناول کی خوبیاں اور تاریخی حقائق کو مدنظر رکھتے ہوئے تاریخی ناول کی اصطلاح کے مطابق نسیم حجازی کو اردو کی تاریخی ناول نگاری کا اہم ستون سمجھنا چاہیے اور یہ بھی کہ ان کے قلم کو ناول اور تاریخ کو آہنگ کرنے کا سلیقہ آتا تھا یہی وجہ قارئین میں ان کی مقبولیت اور ناقدین کو خاموش کرنے کا باعث ہوئی۔ سید وقار عظیم اور ڈاکٹر تصدق راجا ان کی ناول نگاری کے معترف ہیں۔ (۴)

(ب) تاریخی ناول نگاری کے فنی تقاضے۔

ناول ریت یا مٹی کا گھروندا نہیں جسے وقتی طور پر بنالیا گیا ہو جب تک جی چاہا کھیلا اور پھر توڑ کر پھینک دیا یا موسم کے تغیر نے اسے ختم کر دیا۔ یہ ایک ادبی مرقع ہے جو کسی معاشرے یا افعال کا بیان کہا جا سکتا ہے جسے بیان کرنے کے لیے کہانی کا پلاٹ، کردار، مناظر اور مکالمے ہوتے ہیں کسی خاص مقصد یا شعور کو بیدار کرنے کے لیے ناول لکھا جاتا ہے مگر مقصد براہِ راست بیان نہیں کیا جاتا بلکہ کرداروں کی زبان سے ایسی کیفیت اور ماحول تیار کیا جاتا ہے جہاں ناول نگار اپنی بات بڑے سلیقے سے کرداروں کی زبان سے ادا کرواتا ہے۔ جس کے لیے مکالموں کی زبان ، ادائیگی اور مناظر سے مناسب طور پر کام لیتا ہے ناول حقیقت پسندی کا اظہار ہے معاشرے میں ہونے والی تبدیلیوں اور طبقات کے درمیان ہونے والے معاملات کو اس ڈھنگ سے پیش کرنا کہ دوسرے افراد کی معلومات میں اضافے کا باعث ہوں یا ان کے رہن سہن پر اثر انداز ہوں بصورت دیگر ان کی شعوری بیداری اور ذہنی پختگی کا ذریعہ بن سکے۔ ایک خیال یہ ہے کہ ناول اس زمانے کی زندگی اور معاشرے کی عکاسی کرے جب وہ تخلیق کیا ہو۔لیکن اس طرح ناول وقتی ضرورت اور اپنے زمانے کی پیش کش بن کر رہ جائے گا ماضی کی حقیقتیں مستقبل کو بنانے کے لیے کارآمد ہوسکتی ہیں۔ انسان ترقی اور انحطاط کی وجوہات کو سمجھ کر مستقبل کی بہترین انداز میں تیاری کر سکتا ہے بعض مواقع پر زندگی کی موجودہ رفتار اور روز افزوں ترقی کو مدِ نظر رکھ کر مستقبل کے خدوخال اور معاشرے کی نئی روش کو بھی پیش کیا جا سکتا ہے الغرض ناول موضوعات کے اعتبار سے بھرپور اور جامع تحریروں کو اپنے اندر سمیٹنے کی صلاحیت

رکھتا ہے۔ ناول کا پلاٹ کہانی کے خدوخال واضح کرتا ہے لیکن اسے پھیلانے اور پیش کرنے کے لیے کرداروں کی اشد ضرورت ہوتی ہے جس کے لیے کرداروں کا انداز، رہن سہن اور گفتگو اس طرح کی ہو کہ قاری اسے محسوس کر سکے اور اگر ناول نگار انہیں زندہ، چلتا پھرتا محسوس کرا دے تو یہ کامیابی کی معراج ہے ساتھ ہی مکالموں کی ادائیگی اُن کے معاشرتی منصب کے مطابق ہونی چاہیے یہی حقیقت پسندی ناول کو دلچسپ اور قاری کے لیے پُر اثر بنائے گی۔ ناول کے لیے ضروری ہے کہ اس کی زبان موضوع اور کردار سے بھی مطابقت رکھتی ہواور اپنے عہد کی بھی عکاس ہو۔ ان تمام اصولوں کو ملحوظ خاطر رکھ کر ناول نگاری کے فنی تقاضوں کے مطابق اُردو ناولوں کو پرکھیں تو بے شمار ناول اس معیار کے مطابق ہوں گے۔ جس پہلو نے اردو ناول نگاری میں کچھ کمزوری پیدا کی ہے وہ تاریخی ناول نگاری کا شعبہ ہے۔ اس کی ایک وجہ تو یہ ہوسکتی ہے کہ اردو میں ناول نگاری کا آغاز ہوتے ہی تاریخی ناول نگاری کا رجحان بھی پیدا ہو گیا لیکن یہ تعجب کی بات نہیں کیونکہ انگلستان میں بھی ناول نگاری کی ابتدا ہی میں تاریخی ناول نگاری بھی سامنے آ گئی تھی البتہ غیر منقسم ہندوستان کے معاشرتی اور سیاسی حالات بالکل مختلف تھے یہاں ناول نگاری کی ابتدا غیر شعوری طور پر بعض مصلحت اندیشوں کے زیرِ قلم ہوئی تھی ان میں مولوی نذیر احمد کا قصہ ''مراۃ العروس'' بعض گھریلو ضرورتوں کے پیشِ نظر مرتب کیا گیا تھا۔ اس کے علاوہ مولوی صاحب کو یہ بھی خدشہ تھا کہ جس انگریزی تعلیم کے پروردہ بن کر وہ لوگوں کو اس کی طرف راغب کر رہے ہیں ایسی انگریزی تعلیم کے ساتھ وہاں کا کلچر بھی آ رہا ہے۔ جس سے اپنی تہذیب وثقافت کو بچانے کے لیے کچھ کرنا چاہیے یہی وجہ ہے کہ اصلاحی روایات، نیکی و بدی کے تصور کو اجاگر کر کے مولوی نذیر احمد اپنا معاشرتی کردار ادا کر رہے تھے۔ دوسری طرف عبدالحلیم شرؔر نے تاریخی ناول نگاری کے ذریعے اسلام کے دورِ زریں کو پیش کرنے کی کوشش کی جس میں انھوں نے تاریخی حقیقتوں سے انحراف کی راہ بھی اختیار کی جو کسی طور قابلِ معافی نہیں کیونکہ تاریخی ناول نگاری کے لیے بھی وہی اصول وضوابط ہیں جو دیگر اقسام کے ناولوں کے لیے ہیں بلکہ یہ صنف اور زیادہ مشکل ہے کیونکہ اس میں مزید احتیاط کی ضرورت ہے۔ تاریخی شخصیات کی شمولیت ان کا عہد اور اس عہد کے واقعات کو انتہائی باریک بینی سے پیش کرنا پڑتا ہے پھر اس زمانے کے رسم ورواج عادات واطوار اور گفتگو کے رائج طریقوں سے واقفیت کے علاوہ اس عہد کے تمدن، طریق بودوماند، لباس، اشیاء، ظروف اور فن تعمیر کی شدبُد ہونا بھی ضروری ہے اس علاقے کے جغرافیائی وموسمی حالات اور پھر کہانی میں ان کے استعمال میں انتہائی ہوشیاری سے کام لینا پڑتا ہے کیونکہ ماضی کے واقعات جو تاریخ کی صورت میں ہمارے سامنے ہیں وہ محض چند ناموروں اور فاتحین سے بڑھ کر کچھ نہیں۔ محض خارجی معلومات کی بنا پر کسی تاریخی موضوع کو ناول کے قالب میں ڈھالنے کے لیے تخیلات کا سہارا لینا پڑتا ہے اور پھر جس زمانے کا یہ واقعہ ہو اس زمانے میں نقل وحمل کے

ذرائع اوران کے لیے استعمال ہونے والے راستوں کی نوعیت کا تعین کرنا اوراپنے قاری کو تصور کی دنیا میں لے جانا سحر انگیزی سے کم نہیں کیونکہ الفاظ کے استعمال کے ذریعے قاری کو ذہنی اور شعوری طور پر ماضی کے پردوں کے پیچھے لے جانا ایک مشکل کام ہے۔ مورخ محض تاریخی حقائق پیش کرتا ہے جو چند اشخاص کے واقعات سے بڑھ کر اور کچھ نہیں لیکن تاریخی ناول نگار ماضی کے اس معاشرے یا عہد کو زندہ کر کے خارجی اور داخلی کیفیت کو دوبارہ سے زندہ کرنے کا فریضہ انجام دیتا ہے جہاں ٹھہر ٹھہر کر چلنے اور ناقدین کی نوکِ قلم کی چبھن سے بچنے کے لیے محتاط ہونا پڑتا ہے گویا تاریخی ناول نگار اپنے تخیل، زورِ قلم اور قدرت بیان سے تاریخ کے ان بظاہر خشک، فرسودہ اور مردہ واقعات میں ایسی جان ڈال دیتا ہے کہ زندگی کا وہ مرقع نہ صرف اپنے متعلقہ زمانے کے دستور کے مطابق ہوتا ہے بلکہ اس میں خود وہ زمانہ چلتا پھرتا اور جیتا جاگتا نظر آتا ہے یعنی تاریخی ناول کا مقصد ماضی کی تدوین اور کسی خاص دور کی کامل عکاسی ہے اس لیے تایخی ناول نگار کو پلاٹ ترتیب دیتے ہوئے کردار اوران کے ادا کروائے جانے والے مکالموں اوراُن مناظر کے لیے ماحول ساز گار بنانا چاہیے جو اس کے دور کے نہیں بلکہ ماضی کے واقعات پر مبنی ہیں۔ یہں اس امر کو سمجھ لینا چاہیے کہ بعض تاریخی حقیقتوں کے علاوہ تخیل کی رنگ آمیزی کے بغیر ناول نگار کے لیے یہ بات کسی طرح ممکن نہیں کہ وہ ماضی کے کسی زمانے کی ایسی تصویر پیش کر سکے جس سے قاری کی نگاہوں کے سامنے اس دور کی حقیقی شبیہ آجائے تاریخی ناول نگار تاریخ سے حقائق لیتا ہے اور تخیل کی مدد سے ان کے ساتھ وہ تمام جزئیات بھی شامل کرتا ہے جو تاریخی حقائق پر اثر انداز ہوئے بغیر تصویر میں زندگی کا رنگ بکھیر دیں اور ماضی کے متعلقہ دور کا نقش مکمل ہو جائے۔ اس میں تاریخ اور تاریخی ناول دونوں کے انداز اور طریقہ کار میں خاصا فرق ہے جبکہ تاریخی ناول ہر زمانے میں اپنی ایک انفرادیت اور اہمیت رکھتا ہے کیونکہ تاریخ کی شمولیت اور تخیل کی کارفرمائی اس کی جاذبیت اور دلچسپی کو بڑھا دیتی ہے وہ ماضی کا آئینہ ہے اور اس عہد کو زندہ اور جاوید دکھانے کے لیے حاشیہ لگایا جا سکتا ہے ماضی کی بہت سی حقیقتیں تاریخ کا حصہ ہیں لیکن ان میں دلچسپی اس وقت تک نہیں پیدا کی جاسکتی جب تک رومان انگیزی اور سحر آفرینی کا سہارا لے کر تاریخی ناول کے قالب میں نہ ڈھال دیا جائے اس کے لیے ضروری ہے کہ مورخ نے صفحات خالی چھوڑے ہوں یا رنگ آمیزی کی گنجائش موجود ہو اگر تاریخی شخصیات اور زمانہ روز روشن کی طرح عیاں ہو تو وہاں قلم اٹھانے سے کیا فائدہ۔

اگر ان اصولوں کو بنیاد بنا کر اردو کی تاریخی ناول نگاری پر نظر کی جائے تو بعض وقتی ضرورتوں کو بھی مدنظر رکھنا ہوگا جیسا کہ عبدالحلیم شرؔر کا نظریہ فن تھا کہ ان کے دور میں عوام الناس کو ماضی کا دورِ عروج یاد دلا کر ان میں امنگ اور حوصلہ پیدا کی جائے ساتھ ہی ایسے رومانی قصے بھی خواہ وہ تصرف ہی ہوں شامل کر لیے جائیں جن سے عروج پر

پہنچی ہوئی قوم یا دور کی جیتی جاگتی تصویر سامنے آجائے نہ کہ ایسے انگریزی تراجم یا قصے ناول کے رنگ میں پیش کیے جائیں جن میں مغرب کی معاشرت اور رہن سہن جو ہمارے ہم وطنوں کے لیے بالکل اجنبی ہے پیش کیا جائے۔ ابتداء میں شؔرر نے تاریخی موضوعات سے ہٹ کر لکھنے کی کوشش کی جو مقبول عام نہ ہوسکی اس لیے انہوں نے تاریخ کے واقعات کو ناول کی فنی ضرورتوں کے مطابق ڈھال کر پیش کیا اس کا اتنا اثر ضرور ہوا کہ عوام کے ہر طبقہ ہائے زندگی کی تاریخ سے دلچسپی بڑھتی گئی اور شرر کے ساتھ ساتھ دیگر ناول نگار بھی ان کے مدمقابل یا ہم عصر بن کر سامنے آئے یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر ممتاز منگلوری ان کے نقطہ نظر سے اتفاق ان الفاظ میں کرتے ہیں:

> ''شؔرر بنیادی طور پر رومانی ناول۔ اور وہ بھی عوامی ذوق کے پیش نظر ان کی تاریخ کے کسی درخشاں حصے سے متعلق ناول۔ کے حق میں ہیں اور اسی کو دلوں کی افسردگی ختم کر کے جوش اور ولولہ پیدا کرتے ہوئے روشن مستقبل کی راہوں پر گامزن کرنے کا واحد کامیاب نسخہ تصور کرتے ہیں ان کے نزدیک تاریخی واقعات کا سچا ہونا ضروری ہے لیکن قصے میں دلچسپی اور رنگ آمیزی کی خاطر تفصیلی صحبتوں کا ذکر اور ان میں تصرف واضافہ ناگزیر ہے''۔ **(۵)**

اس کی وجہ وہ عوامی ذوق وشوق رہا جو ناولوں کے اس قاری کی بدولت پروان چڑھا جو دلگداز کے شماروں میں اقساط کی صورت میں پڑھ رہا تھا ایک قسط میں تحیر اور استعجاب کے ساتھ ساتھ عشق ومحبت اور لطف وانبساط کو جمع کرنا تمام تر تاریخی حقیقتوں کے ساتھ ممکن نہ تھا اس لیے انہوں نے اپنے نظریہ فن، قاری کی خوشی، دلچسپی اور انہماک کو ملحوظ خاطر رکھ کر ناول نگاری کی۔ اسی لیے پروفیسر عبدالسلام نے یہ رائے دی ہے:

> ''انہوں (شرر) نے اپنے گردوپیش کے زمانے اور اپنے وطن کی تاریخ کو چھوڑ کر عرب، ایران اور ترکی کے قصے بیان کئے اور پھر سینکڑوں سال پرانے۔ انہوں نے اس دور کی معاشرت اور اس زمانے کے لوگوں کے عادات واطوار سے واقف ہونے کی کوشش نہیں کی۔ انہوں نے اس دور کے ادب اور تہذیبی کتابوں کے بجائے صرف تاریخ کے سرسری مطالعے پر اکتفا کی''۔ **(۶)**

یہ وجہ ہے کہ وہ فنی تقاضوں پر پورے نہیں اترتے اور وہ اس دور کے مروجہ فنی معیار سے بھی کم تر نظر آتے ہیں اس رائے کا اظہار ڈاکٹر نزہت سمیع الزماں نے ان الفاظ میں کیا ہے:

> ''شؔرر نے بجائے اس کے کہ سرشار کی پیش کی ہوئی روایات کو آگے بڑھاتے، ناول کو دلچسپ کہانی اور پلاٹ تو عطا کیا لیکن کردار نگاری اور مکالمہ نگاری کے اعتبار سے اس کو اور پیچھے لے گئے اور نہ جذبات کی عکاسی سے ہی کچھ غرض رکھی۔ اس کی سب سے

بڑی وجہ ان کی افتادِ طبع ہے جس پر ان کی عالمانہ ذہنیت کا رنگ چڑھا ہوا تھا (شرر اپنے معاشرتی ناولوں میں بھی پس منظر کی حقیقت پسندانہ تصویر کشی اور جذبات کی عکاسی سے قاصر ہیں)''۔(۷)

حقیقت یہ ہے کہ نقش اول نقش ثانی سے بہتر نہیں ہوسکتا۔شرر جن حالات اور جس معاشرے میں تخلیقی کام کر رہے تھے وہاں فنی تقاضوں اور ادبی اعتبار سے معیار کی اہمیت ضرور تھی مگر کچھ معاشرتی ضرورتیں اور کچھ قارئین کے تقاضے پیش نظر رہے ہوں گے۔اس لیے اگر عبدالحلیم شرر کو ابتدائی تاریخی ناول نگار کی حیثیت سے تسلیم کرتے ہوئے ان میں موجود خامیوں کو دور کرنے کی ذمہ داری بعد کے آنے والے ناول نگاروں پر ڈالی جائے تو بہتر ہوگا۔

محمد علی خان طبیب، شرر کے ہم عصر اور ایک لحاظ سے مدمقابل کہے جاسکتے ہیں۔وہ طبقہ جو شرر سے مخاصمت رکھتا تھا طبیب کے ناولوں کو نہ صرف پسند کرتا تھا بلکہ اعلیٰ مذاق اور معراج کمال تک پہنچا دیتا تھا حالانکہ طبیب کے نزدیک بھی ناول نگاری کا مقصد اسلاف کے کارہائے نمایاں کو موجودہ نسل کے سامنے پیش کر کے ان میں ولولہ جوش اور یگانگت کو فروغ دینا تھا۔اس ظاہری مقصد کے علاوہ شرر اور طبیب میں کوئی اور صفت مشترک نہ تھی۔شرر لکھنؤ کی آراستہ اور مسجع عبارت سے اپنی تحریر کو ادبی شہ پارہ بنانے پر قدرت رکھتے تھے لیکن طبیب کو زبان و بیان پر یہ قدرت حاصل نہ تھی اس کے یہاں ناول نگاری کے اعتبار سے خاصے سقم موجود ہیں اور اگر یہ کہا جائے کہ وہ فن ناول نگاری کے تقاضوں سے واقف ہی نہ تھے بے جانہ ہوگا۔یہی وجہ ہے کہ وقت کی اڑتی دھول میں طبیب کے ناول کھو گئے حالانکہ شرر کے ناولوں کو بر سبیل تذکرہ ہی سہی یا خامیوں کی خاطر زیر بحث ضرور لایا جاتا ہے اسی زمانے میں موہن لال نے بھی طبع آزمائی کی وہ موضوعات میں حقیقت پسندی کے قریب تک تو گئے مگر فنی اعتبار سے کوئی اضافہ نہ کر سکے۔ ان کے انداز نگارش میں ڈرامائی رنگ جھلکتا ہے تاریخی ناول نگاری کے فن میں علامہ راشد الخیری نے زبان و بیان کے اعتبار سے بلند پایہ روایت کو برقرار رکھا لیکن ان کی پلاٹ سازی مرکب یا دہرے پن کا شکار ہو کر انتہائی کمزور ہوگئی ہے تاریخی اور رومانوی واقعات کو مربوط نہ کر سکے یہی وجہ ہے کہ اگر تاریخی واقعات الگ بھی کر دیے جائیں تو بھی کہانی کی دلچسپی برقرار رہتی ہے کردار نگاری میں مولوی نذیر احمد کے مقلد نظر آتے ہیں۔ان کے کردار ایک جیسی صفات کے مالک یا اکثر و بیشتر اسم بامسمّٰی ہیں۔ان کے کرداروں میں مثالیت پسندی ہے۔وہ سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں نسوانی کردار حسن و جمال کا مجسمہ اور ہیرو بہادری اور جواں مردی کا شاہکار ہوتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ تاریخی ناول نگاری میں فنی اعتبار سے علامہ صاحب بھی کوئی اضافہ نہ کر سکے البتہ صادق حسین صدیقی سردھنوی نے بھی تاریخی ناول نگار کی حیثیت سے خاصی شہرت حاصل کی۔انہوں نے پلاٹ کی تعمیر پر زیادہ توجہ نہیں دی صرف کہانی

شروع کرنے اور اختتام کو تو مدنظر رکھا لیکن تحیر، تجسس اور انہماک پیدا کرنے کے لیے کن خصائص کا ہونا ضروری ہے وہ ان کے یہاں ناپید ہے البتہ کردار نگاری میں اور خاص طور پر تاریخی کرداروں کو پیش کرنے میں بڑی محنت سے کام لیا ہے۔

دوسری جنگ عظیم اور تقسیم برصغیر کے دوران تاریخی ناول نگاری ایک بار پھر زور شور کے ساتھ منظر عام پر آئی اس زمانے میں اہم ترین نام ایم۔اسلم کا ہے جن کے ناول تاریخی عنوانات کے ساتھ رومانی واقعات کو اپنے جلو میں لیے قارئین کو محظوظ کرتے رہے یہ الگ بات ہے کہ انہوں نے پلاٹ کے رموز کو خوب سمجھا خیر وشر کی کش مکش کو ابتدا سے انتہا تک پیش کرنے کی صلاحیت کو منوایا۔کہانی میں تجسس اور انہماک کو برقرار رکھنا ان کی فنی کامیابی کی دلیل ہے لیکن تاریخی موضوعات کو اتنے تاخیر سے شروع کرتے تھے کہ ناول کا ابتدائی بڑا حصہ رومانی یا تخیلاتی کرداروں کے گرد گھومتا رہتا ہے موضوعات کے انتخاب میں اکثر اسلام کے ابتدائی دورِ عروج اور ہندوستان پر مسلمانوں کے اولین دور کو منتخب کیا۔کردار نگاری کے فن میں بھی کچھ ترقی نظر آتی ہے مگر بہت زیادہ لکھنے کی وجہ سے ادبیت متاثر ہوتی چلی گئی پھر ان کے ناولوں کو فلمی سند کی غرض وغایت نگل گئی اور رہی سہی ناول نگاری بھی جاتی رہی۔(۸)

تقسیم برصغیر کے بعد فسادات کے موضوع پر بے شمار اہل قلم طبع آزمائی کرتے نظر آتے ہیں ۔ یہ ایک انسانی المیہ تھا اور ہر اہل قلم کو اپنے گرد وپیش سے اتنی کہانیاں ضرور مل گئیں کہ جنھیں بنیاد بنا کر عوام کے دل میں تڑپ اور رقت پیدا کی جا سکے لوگ مضطرب اور بے چین تھے اپنے زخموں کو کریدتے ہوئے ان ناولوں کو پڑھتے ایک آہ بھرتے رہے۔اس طرح فسادات کے موضوع پر بہت کچھ لکھا گیا۔

قرارداد پاکستان کی منظوری نے تحریک پاکستان کو جلا بخشی مسلمانان ہند ایک الگ وطن کے خواب کو شرمندہ تعبیر ہوتا دیکھنے کے لیے تحریک پاکسان میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے لگے اس زمانے میں انفرادیت سے اجتماعیت کی طرف لانے اور اپنے اندموجود سازشی عناصر سے ہوشیار رہنے کی ضرورت تھی ساتھ ہی ہندو فسطائیت کا چہرہ بے نقاب کرنے اور اس کے متحدہ ہندوستان کے خواب چکنا چور کرنے کے لیے ایک کاری ضرب کی ضرورت تھی جسے محسوس کرتے ہوئے نسیم حجازی نے اپنے افسانے شودر کے تصور کو ''انسان اور دیوتا'' کے بڑے موضوع کی شکل میں پیش کیا تو مسلمانوں میں جذبہ جہاد حریت پسندی، اطاعت، نظم وضبط اور سازشوں سے ہوشیار رہنے کے لیے داستان مجاہد، محمد بن قاسم اور آخری چٹان جیسے معرکۃ الآراء ناول رقم کیے ان ناولوں میں جہاں تاریخ اسلام کے واقعات کو تخیل کا سہارا لے کر بعض فرضی کرداروں کے ذریعے ابھارا گیا ہے وہیں ناول نگاری کے فنی تقاضوں کو بروئے کار لا کر انہیں دلچسپ اور موثر بنانے کی کوشش بھی کی گئی ہے۔(۹)

نسیم حجازی نے مکالمہ نگاری پر خصوصی توجہ دی انھوں نے شخصیت کے خدوخال اور منصب کو اس کے منہ سے ادا کیے جانے والے مکالموں کے ذریعے موزوں اور مناسب طور پر منتخب کر کے پیش کیا ہے ان کے یہاں بڑے جملے یا تقاریر معاملے اور موقع کی مناسبت سے ہوتی ہیں کسی مجمع یا مسجد وغیرہ میں تقریر کے ذریعے موزوں اور مناسب طور پر منتخب کر کے پیش کیا ہے۔ مراسلے کے ذریعے طویل انداز گفتگو گراں اور غیر موزوں نہیں ہوتا جب کہ منظر نگاری کو اجاگر کرنے کے لیے وہ اس علاقے کے تمام تر جغرافیائی اور موسمی حالات کو مدنظر رکھتے ہوئے مناظر ابھارتے ہیں جو ان کی اعلیٰ فنی صلاحیتوں کا منہ بولتا ثبوت ہے یہی وجہ ہے کہ ڈاکٹر ممتاز احمد خان رقمطراز ہیں:

> ''وہ (نسیم حجازی) شرر سے زیادہ معتبر ٹھہرائے گئے ہیں۔ اگر ان کے لیے یہ طے بھی کر لیا جائے کہ ان کے ناولوں میں فنی نقائص ہیں تب بھی ایک خاص قسم کے یا ایک خاص ڈھب کے ناولوں کے حوالے سے تاریخ ادب اردو میں ان کا مقام مسلم رہے گا''۔(۱۰)

اس اعتراف کے باوجود کہ شرر کے بعد اردو کی تاریخی ناول نگاری میں نسیم حجازی کا مقام مسلم ہے ان چھوٹی چھوٹی خامیوں کو نظر انداز کرنے کی ضرورت ہے جنہیں پکڑ کر یا وجہ بنا کر تاریخی ناول نگاری کے فن کو شک وشبہ کی نگاہ سے دیکھنے کی کوشش کی جاتی ہے یہ غیر منصفانہ عمل ہے کیونکہ خامیوں سے پاک کوئی چیز نہیں ہمارے یہاں لکھے جانے والے معاشرتی ناولوں میں بھی کچھ نہ کچھ خامیاں ہوتی ہیں لیکن انہیں نظر انداز کر دیا جاتا ہے جب کہ تاریخی ناول نگاری کو بڑی باریک چھلنی سے گزارا جا رہا ہے اس طریقے کو ختم کر دیا جائے تو نسیم حجازی کے ناولوں کے پلاٹ، کردار، منظر، مکالمے اور اسلوب خاصے موثر نظر آئیں گے اور ان کا فن تنقید کے مروجہ معیار کے قریب قریب ہوگا۔ اس سلسلے میں جس بات کو مقدم رکھنے کی ضرورت ہے وہ تاریخی ناول نگاری کی بنیادی اور فنی مشکلات ہیں اگر اس مشکل سے کوئی عہدہ برآ ہونے میں خاصی حد تک کامیاب ہو گیا ہے تو ہمارے اہل نقد اور کیا چاہتے ہیں؟

حوالہ جات

۱۔ بحوالہ،تصدق حسین راجا، ڈاکٹر، ''نسیم حجازی ایک مطالعہ''،قومی کتب خانہ لاہور۱۹۲۱، ۹۵۔

۲۔ وقار عظیم،سید، ''داستان سے افسانے تک''، اردو اکیڈمی لاہور ۱۹۶۱،ص ۹۵۔

۳۔ ممتاز احمد خان، ڈاکٹر، '' آزادی کے بعد اردو ناول''، انجمن ترقی اردو پاکستان، کراچی، ۱۹۹۸ء، ص ۱۵۵

۴۔ تفصیل کے لیے دیکھئے: تصدق حسین راجا، ڈاکٹر، ''نسیم حجازی ایک مطالعہ''
وقار عظیم،سید، ''داستان سے افسانے تک''

۵۔ ممتاز منگلوری، ڈاکٹر، ''شرر کے تاریخی ناول تحقیقی وتنقیدی جائزہ''، مکتبہ خیابان ادب، لاہور ۱۹۷۸، ص ۳۶۔

۶۔ عبدالسلام، پروفیسر، ''اردو ناول بیسویں صدی میں''، اردو اکیڈمی سندھ، کراچی ۱۹۷۳، ص ۵۲۔

۷۔ نزہت سمیع الزمان، ڈاکٹر، ''اردو ادب میں تاریخی ناول کا ارتقاء''، دانش محل لکھنو ۱۹۸۳ء، ص ۱۰۹۔

۸۔ محمد عارف، پروفیسر ڈاکٹر، ''اردو ناول اور آزادی کے تصورات''، پاکستان رائٹرز کوآپریٹو سوسائٹی، لاہور، ص ۸۱۹۔

۹۔ فاروق عثمان، ڈاکٹر، ''اردو ناول میں مسلم ثقافت''، ص ۱۶۴۔

۱۰۔ ممتاز احمد خان، ڈاکٹر، '' آزادی کے بعد اردو ناول''، ص ۱۵۸

❀……❀……❀